اجتماع ناگزیر ٹھہرا۔(۲)

مشہور مسلم مفکر فارابی کی ایک نہایت اہم تصنیف ''آراء اھل المدینۃ الفاضلۃ' ہے جس میں اُس نے ایک مثالی ریاست اور مثالی انسانی معاشرہ پر بحث کی ہے۔ فارابی کے نزدیک انسان کی فطرت کے تقاضے اُس وقت تک پورے نہیں ہو سکتے جب تک کہ بڑی بڑی انسانی جماعتیں اکٹھی ہو کر ایک دوسرے سے تعاون نہ کریں اور اپنی تمام ضروریات اسی طرح پوری کریں۔(۳)

چنانچہ عمرانِ انسانی کی غرض باہمی ضروریات کی تکمیل اور انسانی نسل کی افزائش ہے۔ اور یہ تمام مقاصد اسی صورت میں پورے ہو سکتے ہیں جب معاشرے میں امن و امان ہو اور ہر ایک کی جان مال اور عزت و آبرو محفوظ ہو۔ اگر لوٹ مار اور قتل و غارت ہو تو معاشرہ تباہی کی طرف چل پڑتا ہے

مولانا امین احسن اصلاحی اس معاشرتی تباہی کو انسانی فطرت کے تقاضوں کے خلاف سمجھتے ہیں۔ آپ لکھتے ہیں۔

انسان صرف انفرادی زندگی نہیں رکھتا بلکہ وہ فطرتاً معاشرتی مزاج رکھنے والی مخلوق ہے۔ اور جہاں بھی پایا جاتا ہے۔ کسی خاندان کے رکن اور معاشرہ کے ایک فرد کی حیثیت سے ہی پایا جاتا ہے اگر اُس نے اس کے خلاف کوئی اور روش زندگی کی اختیار کی ہے تو اپنے فطری مزاج کے تقاضے سے نہیں بلکہ کسی غیر فطری انحراف کے باعث اختیار کی ہے۔ خاندان اور معاشرہ کے ساتھ اُس کا تعلق فطری ہے۔ وہ جس طرح اپنی مادی زندگی کی تعمیر و ارتقاء میں اُن سے سہارا حاصل کرتا ہے۔ اِسی طرح اپنے اخلاقی و روحانی ارتقاء میں بھی اُن سے رہنمائی پاتا ہے۔ یہیں سے اُس پر خاندان اور معاشرہ کا یہ حق قائم ہو جاتا ہے کہ وہ ان کی صلاح و فلاح کے فرض سے غافل نہ رہے۔(۴)

بچوں کی تربیت کیوں ضروری ہے؟

اس پس منظر میں یہ سمجھنا بہت آسان ہے کہ نبی کریم ﷺ نے بچوں کی تربیت پر زور کیوں دیا ہے۔ اسلام نہ صرف موجودہ نسل کی اصلاح کرتا ہے بلکہ آئندہ نسل کی تعلیم اور تربیت کو انتہائی اہم فریضہ قرار دیتا ہے۔ معاشرہ کی اصلاح کا یہی آسان اور فطری راستہ ہے کہ اسے سرکشی اور بد اعمالی سے روک دیا جائے۔ اگر کوئی قوم یا معاشرہ غلط روش، سرکشی اور قوانین الٰہیہ سے بغاوت کی راہ اختیار کرتا ہے۔ تو درحقیقت وہ یہ بھلا دیتا ہے کہ اس سرکشی اور بد اعمالی کا وبال بالآخر اُسی پر پڑے گا۔ طاقت کی بدمستی اور سرشاری میں تمام اخلاقی اقدار فراموش کر دی جاتی ہیں۔ چُنانچہ مکافاتِ عمل کے نتیجہ میں خود اپنے اعمال کا شکار ہو جاتے ہیں۔ اس لیے اس بات کو سمجھ لینا چاہئے کہ ہر بُرا عمل اپنے ہاتھوں سے نکلنے والا وہ تیر ہوتا ہے جس کا نشانہ بالآخر چلانے والا خود ہی ہوتا ہے۔ ایسی چند سزاؤں کا

تذکرہ درج ذیل ہے۔

امام مالکؒ ایک روایت نقل کرتے ہیں۔

عن عبداللہ بن عباس انّہٗ قال ما ظَھَرَ الغلول فی قومٍ قط اِلّا اُلقی فی قلوبھم الرعب ولا فشا الزنا فی قومٍ قط اِلّا کثر فیھم الموتُ ولا نقص قوم المکیال و المیزان الا قطع عنھم الرزق ولا حکم قوم بغیر الحق الا فشافیھم الدّم ولا ختر قوم بالعھد اِلّا سلط علیھم العَدُوُّ (۵)

یعنی حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ جب کسی قوم میں مال غنیمت کے اندر خیانت کھلم کھلا ہونے لگے تو اُن کے دِلوں میں رعب ڈال دیا جاتا ہے جب کسی قوم میں زنا عام طور سے ہونے لگے تو اس کا رزق اُٹھا لیا جاتا ہے۔ جب کوئی قوم فیصلوں میں نا انصافی کرتی ہے تو ان میں خونریزی پھیل جاتی ہے۔ جب کوئی عہد کو توڑنے لگے تو اس پر دشمن مسلط کر دیئے جاتے ہیں۔

قابلِ غور بات ہے کہ اگر دشمن کا رُعب' اموات کی کثرت' رزق میں کمی خونریزی اور دشمن کا تسلط جس معاشرے میں واقع ہو جائیں تو اس کی ہلاکت میں کیا شُبہ رہ جاتا ہے۔ تباہی و بربادی سے بچنے کا احساس اگرچہ ہر معاشرے میں پایا جاتا ہے لیکن جب تک اُن اصل خرابیوں کا تدارک نہ کیا جائے۔ جن کی وجہ سے اُن مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے تو معاشرے کے حالات میں بہتری ناممکن ہے۔ اسی مفہوم کی ایک حدیث بیان کی جاتی ہے۔

حضرت ابی بریدہؓ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں۔

قال رسول اللہ ﷺ ما نقض قوم العھد اِلاکان باسُھم بینھم ۔ ولا ظَھَرَت فاحشۃ قط الاسلط علیھم الموت ولامنع قومٌ زکاۃ أموالھم الاحبس اللہ عنھم المطر (٦)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی قوم نقض عہد کرتی ہے تو اُن میں باہم لڑائی واقع ہوتی ہے اور جب کسی قوم میں بے حیائی ظاہر ہوتی ہے تو اُن پر موت مسلط کر دی جاتی ہے اور جب کوئی قوم اپنے اموال کی زکوٰۃ نہیں دیتی تو اللہ تعالیٰ اس سے بارش روک دیتے ہیں۔

حضرت ابو درداءؓ فرماتے ہیں۔

قال رسول اللہ ﷺ ان اللہ یقول انا اللہ لا الٰہ الا انا مالک

الملوك و ملك الملوك قلوب الملوك فی یدی و ان العباد اذ اطاعونی حوّلت قلوب ملوکھم علیھم بالرحمته و الرافته و ان العباد اذعصونی حوّلت قلوبھم بالسخطته ولنقمته فساء ھم سوء العذاب فلاتشغلوا بالدعاء علی الملوك ولكن اشغلوا انفسكم بالذكر و التضرع كئی اكفیكم (۷)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں میں اللہ ہوں' میرے سوا کوئی معبود نہیں۔ میں تمام بادشاہوں کا مالک ہوں' بادشاہوں کا بادشاہ ہوں۔ سب بادشاہوں کے دل میرے قبضے میں ہیں۔ جب میرے بندے میری فرمانبرداری کرتے ہیں۔ تو اُن کے بادشاہوں کے دِلوں میں اُن کی محبت اور شفقت بھر دیتا ہوں اور جب میرے بندے میری نافرمانی پر تُل جاتے ہیں تو میں اُن کے بادشاہوں کے دلوں میں سختی ڈال دیتا ہوں پھر وہ اُن کو بدترین مصائب کا مزا چکھاتے ہیں لہذا تم بادشاہوں کے حق میں بددعا میں مشغول نہ رہو بلکہ اپنے آپ کو ذکر اور اظہارِ عاجزی میں مشغول کروَ تاکہ میں تمہارے لیے کافی ہو جاوں۔

مندرجہ بالا حدیث کے یہ معانی نہیں ہیں کہ ظالم حکمرانوں کے لیے بددعا کرنے یا اُن کے مظالم پر احتجاج کرنے کی ممانعت ہے بلکہ حدیث کا اصل مفہوم یہ ہے کہ اپنی اصلاح کی طرف توجہ دیئے بغیر محض حکمرانوں کو بُرا بھلا کہنا لا حاصل ہے۔ حالات کو بدلنے کے لیے معاشرے کی اصلاح بھی نہایت ضروری ہے۔

قرآن میں آ ہے۔

اِنَّ اللہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوۡمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوۡا مَا بِاَنۡفُسِھِم (۸)

ترجمہ: حقیقت یہ ہے کہ اللہ کسی قوم کے حال کو نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنے اوصاف کو نہیں بدل دیتی۔

مستقبل کی ترقی بچوں کی اصلاح میں مضمر ہے:

چونکہ موجودہ اور آئندہ نسل کی اصلاح پر ساری دنیا کی فلاح و بہبود کا انحصار ہے اسی لیے اسلام بچوں کی تعلیم و تربیت کے لیے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرتا

اصلاح کا مطلب عدم فساد ہے اور دیکھا جائے تو یہی اسلام کا ہدف ہے۔ فساد کی عدمِ موجودگی

میں بہترین معاشرہ تخلیق پاتا ہے، نیکیاں آسان اور برائیاں کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔

اصلاح صلح سے مشتق ہے جس کے معانی ''درست و ٹھیک ہونا یا خرابی کا دُور ہونا'' کے ہیں۔ صلح کی ضد فسد ہے۔ لسان العرب میں ہے۔

صلح: الصلاح ضد الفساد(۹)

زبیدی صالح کے معانی کے بارے میں لکھتے ہیں۔

وهو صِلحٌ بالكسر و صالح و صليحٌ (...) وهو مصلح في أموره و أعماله(۱۰)

قاموس المحیط کی وضاحت مندرجہ ذیل ہے۔

الصلاح ضد الفساد كالصلاح كمن و كرم وهو صلح بالكسر و صالح صليح و أصلحه ضد أفسده(۱۱)

گویا صالح سے مُراد وہ ہے جو فساد کو دُور کرے۔ چنانچہ اصلاح کا اصل مقصد فساد اور ظلم کا خاتمہ کرنا ہے۔ اجتماعی بداعمالیاں تباہی کا باعث بنتی ہیں اور ان کے اثرات پورے اجتماع پر مرتب ہوتے ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

ظَهَرَ الفَسَادُ فِي البَرِّ والبَحرِ بِمَا كَسَبَت اَيدِى النَّاس لِيُذِيقَهُم بَعضَ الَّذِى عملوا لَعَلَّهُم يَرجِعُونَ(۱۲)

ترجمہ: خشکی اور تری میں لوگوں کے اعمال کے سبب سے فساد پھیل گیا ہے۔ تاکہ اللہ انہیں ان کے بعض اعمال کا مزہ چکھائے تاکہ وہ باز آ جائیں۔

اس آیت مبارکہ میں واضح فرما دیا گیا ہے کہ اجتماعی بداعمالیوں کی وجہ سے ہی ساری دنیا فساد سے بھر جاتی ہے۔ اس کے خاتمہ کے بغیر انسانی فلاح و بہبود ممکن نہیں۔

اس کی افادیت اجتماع کے لیے بھی ہے اور انفرادی سطح پر بھی۔ اس لیے کہ انسانی آبادی ایسی جگہوں پر ہی ہوتی ہے جہاں امن اور سکون ہو۔ اور امن ایسے کاموں کی بدولت ہوتا ہے جس میں دوسروں کا اپنی ذات سے زیادہ خیال کیا جائے اور ہر شخص نہ صرف اپنے لیے بلکہ پورے معاشرے کے لیے کام کرے۔

شیخ محمد عبدہ اسی حوالے سے لکھتے ہیں۔

ان تكون نافعاً لنفسك ولا هلك و لقومك والناس

اجمعین(۱۳)

اسلام نسل نو کو بہترین شخصی آزادی عطا کرتا ہے:

بچوں کی شخصی نشوونما انہیں ذہنی اور جسمانی غلامی سے آزادی دلائے بغیر ممکن نہیں اور معلوم دنیا کی تاریخ میں اسلام ہی وہ عظیم مذہب ہے جو انسان کو نہ صرف جسمانی بلکہ ذہنی غلامی سے مکمل نجات عطا کرتا ہے۔ کیونکہ بہترین انسانی معاشرہ آزادانسان ہی تخلیق کر سکتے ہیں۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ غلامانہ ذہنیت کے حامل افراد کارہائے نمایاں سرانجام دے سکیں؟ ذہنی غلامی سے آزاد افراد ہی قیادت عالم کے اہل ہیں۔ ذہنی اور جسمانی غلامی انسانوں کو جانوروں کی سطح پر لے آتی ہے۔

قبل از اسلام جسمانی غلامی اپنے عروج پر تھی۔ منڈیوں میں انسان جانوروں کی طرح فروخت کیا جاتا تھا۔ اسلام نے غلامی پر نہ صرف پابندی لگائی بلکہ غلامی کے خاتمے کے لیے بہت سے اقدامات اٹھائے مثلاً کچھ لغزشوں کا کفارہ غلاموں کی آزادی قرار دی جیسا کہ کفارہ یمین کی ایک صورت ایک غلام آزاد کرنا ہے اور اس غلام کا مسلمان ہونا بھی ضروری نہیں (۱۴) یا کفارہ ظہار بھی ایک غلام کو آزاد کرنا ہے۔(۱۵) مصارف زکوۃ میں غلامی سے آزادی کو بھی شامل کر دیا گیا(۱۶) غلاموں اور لونڈیوں کو آزاد کرنے کو پسندیدہ قرار دیا گیا۔(۱۷)

نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں

ومن اعتق امرأ مسلماً کان فکاکه من النار یجزی بکلِ عضوٍ منه عضواً منه من النار (۱۸)

یعنی جو کسی مسلمان غلام کو آزاد کرے گا تو یہ کام جہنم سے اس کی نجات کا باعث بنے گا، غلام کے ہر عضو کے بدلے اس کا عضو جہنم سے نجات پائے گا

لونڈیوں کو آزاد کر کے ان سے نکاح کرنے کی ترغیب دی گئی تا کہ یہ مظلوم طبقہ معاشرے میں اپنا صحیح مقام حاصل کر لے۔(۱۹)

ان اقدامات کی وجہ سے رفتہ رفتہ دنیائے اسلام سے غلامی کا خاتمہ ہوتا گیا۔ اسی طرح ذہنی غلامی سے بھی نجات دلائی۔ چونکہ ظالم مقتدر طبقات انسان کو ذہنی اور جسمانی طور پر غلام بنا کر حکومت کرتے ہیں اسی لیے وہ اسلام کی مخالفت میں انتہائی سطح پر چلے جاتے ہیں۔ اسلام کی دعوت ان کے لیے نفرت کا باعث بن جاتی ہے جبکہ مغلوب طبقات اسلام پر مرمٹتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے جب مفروق بن عمرو شیبانی کو دعوت اسلام دی اور اسے اسلام کی بنیادی تعلیمات سے آگاہ کیا تو اس کا فوری ردعمل یہ تھا کہ

هٰذا الامر الذی تدعوا الیه تکرهه الملوك(۲۰)

یعنی جس امر کی طرف آپ دعوت دیتے ہیں وہ بادشاہوں کے لیے ناپسندیدہ ہے اسی طرح نبی کریم ﷺ نے اہل نجران کو ایک دعوتی خط لکھا تھا۔ اس میں آپ فرماتے ہیں

امّا بعد فانی ادعو کم الی عبادۃِ اللہ من عبادۃِ العبادِ، وادعو کم الی ولایۃِ اللہ من ولایۃ العباد (۲۱)

نبی کریم ﷺ نے یہی تربیت اپنے اصحاب کو اس انداز میں دی کہ ان کی عقل و شعور میں راسخ ہوگئی حضرت عمرؓ کے گورنرِ مصر عمرو بن العاصؓ کے بیٹے نے ایک مصری کو مارا تو حضرت عمرؓ نے مصری کو بدلہ دلوایا اور حضرت عمرو بن العاصؓ سے جوابدہی کرتے ہوئے فرمایا

مذ کم تعبدتم الناس وقد ولدتهم أمهاتهم احراراً؛(۲۲)

ترجمہ: تم نے کب سے لوگوں کو غلام بنالیا ہے حالانکہ ان کی ماؤں نے انہیں آزاد جنا ہے؟

نبی کریم ﷺ نے اپنے اصحابؓ انسان کو انسان کی غلامی سے نجات دلانے کے لیے تیار کیے اور یہ پیغام دے کر پوری دنیا میں پھیلا دیا۔ یہی جہاد کا مقصدِ اولین تھا، اسی امر کے لیے صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین نے گھروں کو چھوڑا اور اللہ کے راستے میں اپنی جانیں قربان کردیں۔

حضرت ربعی بن عامرؓ سے رستم نے پوچھا کہ تم لوگ کیوں آئے ہو؟ آپ نے جواب دیا کہ اللہ نے ہمیں مبعوث کیا ہے اور یہاں لایا ہے تاکہ بندوں کو بندوں کی پوجا سے نکال کر اللہ کی عبادت پر لگائیں اور دنیا کی تنگی سے نجات دلا کر فراخی کی جانب لائیں (۲۳)

متذکرہ بالا تینوں نکات یعنی معاشرتی زندگی کا اہتمام، معاشرے کو تباہی و بربادی سے محفوظ بنانے کی کوشش اور ذہنی و جسمانی غلامی کا خاتمہ، یہ ظاہر کرنے کے لیے کافی ہیں کہ اسلام کے مقاصد میں بنی نوع انسان کی بہتری اور ترقی بنیادی حیثیت رکھتی ہیں۔ اسلام کی وجہ سے مسلمان ذہنی غلامی اور مرعوبیت سے نجات پا گئے تھے۔ ضروری تھا کہ نسل نو کے لیے بھی ایسا اہتمام کیا جاتا کہ ان میں ذہنی غلامی کا شائبہ بھی نہ ہوتا اور ان میں ایک آزاد شخصیت پروان چڑھتی۔ نبی کریم ﷺ نے بچوں کو بہت اہمیت دی ہے اور ان کا خیال رکھنے کے لیے بہت ہدایات دی ہیں جن کا مطالعہ حیرت میں مبتلا کر دیتا ہے۔ غور کیا جائے تو باآسانی سمجھ آجاتا ہے کہ معاشرے کے مستقبل کا انحصار بچوں کی تعلیم و تربیت پر ہے۔ اگر نئی نسل پر توجہ نہ دی جائے تو معاشرہ زوال پذیر ہوجاتا ہے۔ چونکہ اسلام قیامت تک انسانوں کی رہنمائی کے لیے آیا ہے اس لیے بچوں کو بہت اہمیت دی گئی اور ان کی آزاد شخصیت پروان چڑھانے کا

خاص اہتمام کیا گیا ہے۔ معاشرتی ارتقاء کے لیے موجودہ اور مستقبل میں پیدا ہونے والے بچوں کی تعلیم وتربیت کا بہت زیادہ خیال رکھنا ضروری ہے۔ نبی کریم ﷺ نے کوکسی جگہ ان بچوں کی حوصلہ افزائی میں پس وپیش نہ کیا۔ مسجد، نمازِ باجماعت، حج، علمی مجالس حتیٰ کہ میدان جنگ میں بھی انہیں ساتھ رکھا۔ تمام بچوں بلخصوص یتیموں پر اپنی محبت اور شفقت نچھاور کی۔ اور انہیں اپنی اہمیت کا احساس دلایا۔ سیرت النبی ﷺ میں ایسے واقعات کثرت سے ملتے ہیں جن سے بچوں کی اہمیت کا اظہار ہوتا ہے۔ جدید تعلیم یافتہ دنیا بھی ایسی مثالیں دینے سے قاصر نظر آتی ہے جو اسوۂ حسنہ میں منعکس ہوئیں ہیں۔ اس کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

بچوں کا قبول اسلام سیرت النبی ﷺ کے آئینے میں:

سیرت النبی ﷺ کا مطالعہ واضح کرتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے بچوں کو تمام اہم مواقع پر ساتھ رکھا اور ان کی بہترین کردار سازی کی گئی۔ مکّی اور مدنی ادوار میں بچوں نے بڑوں کے شانہ بشانہ اسلام کے لیے انتہائی مشکل حالات کا سامنا کیا اگر ان بچوں کی عمریں اور جسمانی طاقت ذہن میں رکھیں تو اندازہ ہوتا ہے کہ بچوں کی قربانی بڑوں سے کم نہیں ہے۔ ذیل میں چند واقعات درج کیے جاتے ہیں جو بچوں کی قربانیاں سامنے لاتے ہیں۔

پہلا مسلمان بچہ... حضرت علیؓ:

حضرت علیؓ کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ وہ پہلے مسلمان بچے ہیں جنہوں نے اسلام قبول کیا۔ روایات سے اندازہ ہوتا ہے کہ پہلی مسلمان ایک خاتون حضرت خدیجہؓ اور دوسرا مسلمان ایک بچہ یعنی حضرت علیؓ تھے۔ نبی کریم ﷺ نے حضرت علیؓ کو اس وقت دعوتِ اسلام دی جب وہ نو دس سال کے بچے تھے۔ پہلے انہوں نے اپنے والد ابوطالب سے اجازت لینا چاہی لیکن پھر خود ہی فیصلہ کر لیا اور ابوطالب سے پوشیدہ اسلام قبول کر لیا (۲۴)۔ ابوطالب کے خوف سے آپ ﷺ کے پاس چھپ چھپ کر آتے رہے اور اپنے اسلام کو چھپائے رکھا ظاہر نہ ہونے دیا۔ لیکن جلد ہی سب کے سامنے نبی کریم ﷺ کا ساتھ دینے کا اعلان کر دیا۔

جب نبی کریم ﷺ نے اپنے خاندان والوں کو دعوتِ اسلام دی اور فرمایا

فایکم یبایعنی علیٰ ان یکون اخی و صاحبی قال: فلم یقم الیه احد، قال: فقمت الیه و کنت اصغر القوم (۲۵)

یعنی پس تم میں سے کون مجھ سے بیعت کرتا ہے کہ میرا بھائی اور میرا ساتھی بنے۔ حضرت علی فرماتے ہیں کوئی نہیں اٹھا تو میں کھڑا ہوا اگرچہ میں لوگوں میں

سب سے چھوٹا تھا۔

نبی کریم ﷺ کی غیر مسلم بچوں کو دعوتِ اسلام:

ایک یہودی لڑکا نبی کریم ﷺ کی خدمت کیا کرتا تھا وہ بیمار ہوا۔ نبی کریم ﷺ اس کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے۔اس کے سرہانے بیٹھے۔آپ ﷺ اس سے فرمایا مسلمان ہوجا وہ اپنے باپ کی طرف جو پاس بیٹھا تھا دیکھنے لگا اس کے باپ نے کہا ابوالقاسم کا کہنا مان لے۔وہ مسلمان ہوگیا تب آپ ﷺ یہ فرماتے ہوئے باہر نکلے اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے اسے دوزخ سے بچا لیا۔(۲۶)

اس سے ثابت ہوا کہ غیر مسلم بچوں کو دعوتِ اسلام دی جا سکتی ہے۔امام بخاری نے نبی کریم ﷺ کی ابن صیاد کو دعوت اسلام بیان کی ہے اس وقت وہ بچہ تھا۔آپ ﷺ نے فرمایا **أتشهدُ أني رسول الله**؛ یعنی کیا تو اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں (۲۷)

بچوں کی بیعت:

بڑوں کی طرح بچوں نے بھی نبی کریم ﷺ سے باقاعدہ بیعت کرکے آپ ﷺ کی اطاعت کا اقرار کیا۔اگرچہ ایسے بچوں کی تعداد کم ہے۔محمد بن علی بن الحسین کی روایت کے مطابق نبی کریم ﷺ نے اپنے گھرانے کے چند بچوں سے بھی بیعت لی تھی۔ ان میں حضرت حسنؓ، حضرت حسینؓ، عبداللہ بن عباسؓ اور عبداللہ بن جعفرؓ شامل تھے یہ ابھی بہت کم عمر تھے۔زمانہ جوانی سے ابھی بہت دُور تھے اور داڑھی بھی چہرے پر نہیں آئی تھی،(۲۸)۔ان کے علاوہ سات سال کی عمر میں حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے بھی بیعت کی تھی۔(۲۹)

شعب ابی طالب کے قیدی بچے:

مشرکین مکہ نے اسلام کے پیغام کو روکنے کے لیے مظالم کی انتہا کردی۔اور اس سلسلے میں اتنے بڑھ گئے کہ نبی کریم ﷺ اور خاندان میں آپ ﷺ کے حامی افراد کا سماجی مقاطعہ کردیا جس کی وجہ سے نبی کریم ﷺ کو شعب ابی طالب میں منتقل ہونا پڑا۔شعبِ ابی طالب میں نبی کریم ﷺ اور آپ کے خاندان نے تین سال انتہائی مصیبتوں میں گزارے۔کھانے پینے اور رہنے سہنے میں تمام لوگوں نے تکالیف اٹھائیں۔یہاں بھی آپ ﷺ کے خاندان کے بچے آپ ﷺ کے ہمراہ تھے۔اور ان بچوں نے سب کے ساتھ تمام تکالیف کا سامنا کیا۔

ابن قیم کا بیان ہے:

وسمع اصوات صبیانھم بالبکاء من ورا الشعب (۳۰)۔
یعنی مشرکین کو بچوں کے رونے کی آوازیں گھاٹی سے سنائی دیتیں

بچوں کی ہجرت:

قریش کی مخالفت اور انسانیت سوز مظالم سے تنگ آ کر مسلمان ہجرت پر مجبور ہو گئے۔ دو مرتبہ حبشہ اور آخر کار مدینہ ہجرت کر گئے۔ یہ بھی کوئی آسان مرحلہ نہ تھا لیکن اس فضیلت میں بھی بچے بڑوں کے ساتھ شریک رہے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی بیان کردہ ایک روایت بچوں کی ہجرت کی نشاندہی کرتی ہے۔ حضرت ابن عباسؓ اپنے بھائی فضلؓ کے ساتھ قریش کے گروہ کے ساتھ مکہ سے نکلے تھے جب وہ نبی کریم ﷺ پر حملہ آور ہوئے تھے۔ ان کے ہمراہ ان کے غلام حضرت ابو رافعؓ بھی تھے۔ ابن عباسؓ اس وقت آٹھ اور انکے بھائی تیرہ سال کے تھے۔ یہ بنی عمرو بن عوف کے راستے مدینہ میں داخل ہو گئے اور نبی کریم ﷺ کو خندق پر پایا۔ (۳۱)

بچے غزوات میں:

مسلمانوں کے مدینہ میں پناہ لینے پر مشرکین مکہ پیچ وتاب کھا رہے تھے۔ اور انھیں مسلمانوں کا امن وسکون اور اسلام کی ترقی برداشت نہ تھی۔ چنانچہ انہوں نے مسلمانوں سے لڑائیوں کا ایک طویل سلسلہ شروع کر دیا۔ مسلمان بچے غزوات میں بھی شامل رہے اگرچہ جسمانی قوت کی کمی ان کی راہ میں حائل رہی۔ لیکن قریب البلوغ بچوں کی لڑائیوں میں شمولیت ثابت ہوتی ہے۔ سیرت النبی ﷺ کے مطالعے سے علم ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اس ضمن میں انتہائی احتیاط کا مظاہرہ کیا لیکن بچوں کے شوقِ شہادت نے انہیں پیچھے نہ رہنے دیا۔ ابو جہل ملعون کو جہنم رسید کرنے میں بھی دو کم عمر صحابیوں کا اہم کردار ہے۔ حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ کا بیان ہے

انا واقف فی الصّف یوم بدرٍ فنظرتُ عن یمینی و شمالی فاذا انا بغلامین من الانصار حدیثة اسنانھما تمنیتُ ان اکون بین اضلع منھما فغمزنی احدھما فقال یا عمِّ ھل تعرف اباجھلٍ قلتُ نعم ما حاجتك الیه یا ابن اخی قال اخبرت انه یسبُّ رسول اللهﷺ والذی نفسی بیدہ لئن رایته لایفارق سوادی سوادہ حتی یموتُ الاعجل منا فتعجبتُ لذلك فغمزنی الاٰخر فقال لی مثلھا فلم انشب ان نظرت الیٰ ابی جھلٍ یجول فی الناس قلت الا انَّ ھٰذا صاحبکما الذی

سالتمانی فابتدراہ بسیفیھما فضرباہ حتّٰی قتلاہ(۳۲)

ترجمہ: میں بدر کے دن صف میں کھڑا تھا اچانک نظر جو پڑی تو دیکھتا کیا ہوں کہ میرے دائیں بائیں انصار کے لڑکے ہیں۔ میں نے آرزو کی کاش میں ان سے زبدست زیادہ عمر والوں کے بیچ میں ہوتا۔ ان میں سے ایک مجھ سے پوچھنے لگا چچا جان کیا آپ ابوجہل کو پہچانتے ہیں؟ میں نے کہا ہاں مگر تجھے اس سی کیا کام ان نے کہا میں نے سنا ہے کہ وہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو برا کہتا ہے۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے۔ اگر میں اس کو دیکھوں تو میرا بدن اس کے بدن سے الگ نہ ہوگا یا ادھر یا اُدھر جس کی موت پہلے آئی ہو اس کے مرنے تک۔ مجھے اس کی یہ گفتگو سن کر تعجب آیا اب دوسرے نے مجھے اشارہ کیا اور یہی پوچھا۔ تھوڑی دیر نہیں گذری کہ ابوجہل کو میں نے دیکھا لوگوں میں گھوم رہا ہے۔ میں نے ان بچوں سے کہا دیکھو وہ آن پہنچا جس کو تم چاہتے تھے۔ یہ سنتے ہی دونوں اپنی تلواریں لے کر اس پر جھپٹے اور اسے تلواروں سے ضرب لگائی اور قتل کر دیا۔

یوسف کاندھلوی نے اپنی مشہور کتاب ''حیاۃ الصحابہ'' میں ایک عنوان باندھا ہے **"خروج الصبیان وقتالھم فی الجھاد"** یعنی بچوں کا اللہ کے راستے میں نکل کر جہاد کرنا اور اس کے تحت چند روایات لائے ہیں۔

عن الشعبی:ان امراۃ دفعت الی ابنھا یوم احدالسیف فلم یطق حملہ. فشدتہ علی ساعدہ بنسعۃ. ثم اتت بہ النبیﷺ فقالت یا رسول اللہﷺ! ھذا ابنی یقاتل عنك۔فقال النبیﷺ: ای بنی احمل ھھنا! ای بنی احمل ھھنا! فاصابتہ جراحۃ فصرع. فاتی بہ النبیﷺ فقال ای بنی!لعلك جزعت. قال لا یارسول اللہﷺ(۳۳)

ترجمہ: حضرت شعبیؒ فرماتے ہیں ایک عورت نے غزوہ اُحد میں اپنے لڑکے کو تلوار دے لڑکا اس تلوار کو نہ اٹھا سکا تو اس عورت نے تسمہ سے اس کے بازو پر تلوار باندھ دی پھر اس کو لیکر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! یہ میرا بیٹا آپ کی طرف سے جہاد کریگا، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے بیٹے! ادھر حملہ کر، اے بیٹے! ادھر حملہ کر، اس لڑکے کو

زخم لگا اور وہ گر گیا، اس کو آپ ﷺ کے پاس اٹھا کر لایا گیا۔آپ نے فرمایا
اے میرے بیٹے! شاید کہ تو گھبرا گیا۔اس نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! نہیں

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے بھائی عمیرؓ کا جذبہ شہادت قابلِ رشک ہے۔حضرت سعدؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے بھائی عمیر بن ابی وقاصؓ کو دیکھا، اس سے پہلے کہ رسول اللہ ﷺ یوم بدر میں ہمارے سامنے آئیں، چھپتا پھر رہا تھا۔

فقلت:ما لك يا اخي، فقال:اني اخاف ان يراني رسول الله ﷺ فيستصغرني فيردني واناأحب الخروج لعل الله يرزقني الشهادة. قال فعرض على رسول الله ﷺفرده فبكى فاجازه. فكان سعد ﷺيقول: فكنت اعقد حمائل سيفه من صغره فقتل وهو ابن ست عشرة سنة.(٣٤)

ترجمہ: مَیں نے کہا اے میرے بھائی! تجھے کیا ہوا؟اس نے کہا مجھے ڈر ہے ایسا نہ ہو کہ مجھے حضور ﷺ دیکھیں اور چھوٹا سمجھ کر مجھے واپس کر دیں اور میں جہاد میں جانے کو پسند کرتا ہوں، شاید کہ اللہ پاک مجھے شہادت سے نوازے، حضرت سعدؓ نے ان کا حضور اکرم ﷺ کے سامنے پیش کیا، آپ ﷺ نے انہیں واپس کر دیا۔عمیرؓ رو دیئے۔تو آپ ﷺ نے اجازت دے دی۔

بچوں کو نبی کریم ﷺ کی خدمت پر مقرر ہونے کا اعزاز بھی حاصل ہے۔حضرت زید بن حارثہؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، اور حضرت انسؓ کو نبی کریم ﷺ کے خادمین میں شامل رہے۔حضرت انسؓ کو دورانِ جہاد نبی کریم ﷺ کی خدمت کرنے کا اعزاز بھی حاصل ہے۔نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوطلحہؓ سے فرمایا اپنے لڑکوں میں سے ایک لڑکا میری خدمت کے لیے تجویز کرو تاکہ میں خیبر کا سفر کروں۔تو حضرت ابوطلحہؓ نے حضرت انسؓ کو پیش خدمت کیا۔(۳۵)

اسلام کی شخصیت سازی اور تربیت کا راز ارکانِ اسلام میں پوشیدہ ہے۔اسی لیے ان کی ادائیگی پر انتہائی زور دیا گیا ہے۔ان پانچ ارکان پر دین اسلام کی بنیاد رکھی گئی ہے۔احادیث میں ان کی اہمیت اجاگر کی گئی ہے۔

قال رسول الله ﷺ بُني الاسلام على خمسٍ: شهادةِ ان لآ اله الا الله و ان محمداً رسول الله، واقام الصلاة، وايتاء الزكاة، والحج، وصوم رمضان(٣٦)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اسلام کی بنیاد پانچ ستونوں پر قائم کی گئی ہے اس کی گواہی دینا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت اور بندگی کے لائق نہیں اور محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسول ہیں، نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا، حج کرنا اور رمضان المبارک کے روزے رکھنا۔

بالغ مسلمانوں کے لیے تو ان کا ادا کرنا فرض ٹھہرا لیکن حیرت انگیز طور پر سیرت النبی ﷺ میں بچوں کے ارکان اسلام پر عمل پیرا ہونے کی مثالیں آسانی سے مل جاتی ہیں۔ جو بچوں کے لیے نبی کریم ﷺ کی حوصلہ افزائی کی مظہر ہیں۔

بچوں کی عبادت:

نماز طہارت کے بغیر ممکن نہیں تمام بالغ مسلمان پاکیزگی حاصل کیے بغیر نماز وغیرہ نہیں ادا کرسکتے چونکہ نابالغ بچے اس کا اہتمام مکمل طور پر نہیں کرسکتے اسی لیے انہیں کچھ رعایت بھی حاصل ہے۔ لیکن اس کے باوجود یہ عام مشاہدہ ہے کہ اکثر بچے وضو کرکے نماز ادا کرتے ہیں۔ احادیث میں نبی کریم ﷺ کی موجودگی میں ایک بچے کے وضو کرنے کا بیان بھی ملتا ہے۔ جسے امام بخاری نے روایت کیا ہے۔

عمرو بن دینارؓ جو ام المومنین حضرت میمونہؓ کے بھانجے تھے بیان کرتے ہیں کہ میں ایک رات اپنی خالہ کے پاس رہا۔ رات کو جب نبی کریم ﷺ تہجد کے لیے اٹھے تو آپ ﷺ نے وضو فرمایا۔ عمرو بن دینار کہتے ہیں کہ میں نے بھی آپ کی طرح وضو کیا۔ (۳۷)

اسلام ایک مکمل اور جامع نظام حیات ہے۔ وہ اپنے پیروکاروں کو چند اعتقادات ہی دینے پر اِکتفاء نہیں کرتا، بلکہ ان کی پوری زندگی کو ان اعتقادات کے سانچے میں ڈھالنے کے لیے عبادات کا نظام مقرر کرتا ہے۔ جو نماز، زکوٰۃ، روزے اور حج پر مشتمل ہے۔ ارکانِ اسلام میں نماز کو اہم ترین حیثیت حاصل ہے۔ معاشرتی زندگی میں بھی با جماعت نماز کی بہت اہمیت ہے۔ صلوٰۃ لفظ صَلّیٰ سے نکلا ہے۔ اس کے لفظی معنی ہیں ''دُعا اور برکت''۔ صلوٰۃ کے لفظی معنی ''آگ جلانا اور آگ میں داخل ہونا'' کے بھی ہیں (۳۸)

گویا صلوۃ سارے گناہوں کو جلا دیتی ہے۔ اصطلاحی معنوں میں نماز اس خاص طریقے سے عبادت کرنے کا نام ہے، جو ہمیں نبی کریم ﷺ نے سکھایا۔

قرآن کریم میں اس کی بہت زیادہ تاکید آئی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ (۳۹)

ترجمہ: قائم رکھو نماز اور مت ہو شرک کرنے والوں میں سے

إِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ (۴۰)

ترجمہ: بے شک نماز بے حیائی اور بری بات سے روکتی ہے۔

نماز نہ صرف فرد کی شخصی نشو و نما میں اہم کردار ادا کرتی ہے بلکہ معاشرے کے ارتقاء اور اس کے زوال سے محفوظ رہنے کی ضامن ہے۔ معاشرتی تشکیل میں نماز باجماعت کے اثرات حیرت انگیز ہیں۔ چونکہ معاشرے کی بقا نسلِ نو کی اعلیٰ تربیت پر منحصر ہے اسی وجہ سے سیرت النبی ﷺ میں بچوں کو نماز کی طرف متوجہ کرنے اور نماز کی اہمیت ان کے دل و دماغ میں راسخ کرنے کا بہت اہتمام کیا گیا ہے۔ چنانچہ بچوں کی مسجد نبوی میں حاضری، جماعت کی صفوں میں موجودگی، ناگزیر حالات میں بچے کا بطور امام تقرر، عیدین اور نمازِ جنازہ میں بچوں کی شرکت ظاہر کرتی ہے کہ نبی کریم ﷺ کو ان کی تربیت بہت عزیز تھی۔

سیرت النبی ﷺ میں اس کے کثیر شواہد موجود ہیں کہ عہد نبوی میں بچے بھی نماز کی ادائیگی کا بہت اہتمام کرتے تھے۔ ایسی احادیث کا تنوع بھی بچوں کی نماز میں دلچسپی کا مظہر ہے۔ ابو مالک الاشعری کی ایک روایت قابل غور ہے۔ جس میں نبی کریم ﷺ نماز باجماعت میں بچوں کی صف بنواتے ہیں۔

قال ابو مالك الاشعری الا احدثكم بصلوة النبی ﷺ قال فاقام الصلوة فصف الرجال وصف الغلمان خلفهم ثم صلى بهم فذكر صلاته ثم قال هكذا صلوة قال عبد الاعلى لا احسبه الا قال امتی (۴۱)

یعنی ابو مالک الاشعری نے فرمایا کہ میں تم کو رسول اللہ ﷺ کی نماز نہ بتاؤں؟ آپ ﷺ نماز کو کھڑے ہوئے پہلے مردوں نے صف بنائی پھر بچوں نے۔ اس کے بعد آپ نے نماز پڑھی پھر فرمایا میری امت کی نماز یہی ہے۔

مساجد میں بچوں کو برداشت نہ کرنا اور ان کی کسی بھی طرح تذلیل کرنا یا بے جا ڈانٹ ڈپٹ کرنا درست نہیں ہے۔ اس طرح وہ مساجد میں آنے جانے اور اٹھنے بیٹھنے کے آداب سیکھنے سے محروم رہ جاتے ہیں۔ ہمارے ہاں یا تو بچوں کو درمیان میں کھڑا کر کے نماز خراب کرتے ہیں یا بچوں کو مسجد سے بھگاتے ہیں۔ یہ دونوں صورتیں اسوہ حسنہ کے خلاف ہیں۔ (۴۲)

اگر کسی جگہ کوئی پڑھا لکھا بالغ فرد دستیاب نہ ہو جو نماز میں امامت کا فریضہ سرانجام دے سکے تو

قرآن سیکھے ہوئے بچے کو امامت کے لیے آگے کیا جا سکتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کی سیرت میں اس کی بھی ہدایت موجود ہے۔

نسائی ایک روایت بیان کرتے ہیں۔

عن عمرو بن سلمة الجرمی قال کان یمر علینا الرکبان فنتعلم منهم القران فاتی ابی النبی ﷺ فقال لیؤمکم اکثرکم قراناً فجاء ابی فقال ان رسول الله ﷺ قال لیؤمکم اکثرکم قراناً فنظروا فکنت اکثرهم قراناً فکنت اومهم و انا ابن ثمان سنین (۴۳)

حضرت عمرو بن سلمہ سے مروی ہے کہ ہمارے پاس سے مسافر گزرتے تھے اور ہم ان سے قرآن سیکھتے تھے۔ میرے والد نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم میں سے وہ شخص امامت کرے جو قرآن زیادہ جانتا ہو۔ جب میرے والد لوٹ کر واپس آئے تو فرمایا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں سے وہ شخص امامت کرے جو قرآن زیادہ جانتا ہو۔ جب لوگوں نے دیکھا تو سب سے زیادہ قرآن جاننے والا مجھے پایا لہذا میں آٹھ سال کی عمر میں ان کی امامت کیا کرتا تھا۔

بچوں کے اعزازات میں یہ بھی شامل ہے کہ انہوں نے تہجد کی نماز نبی کریم ﷺ کی امامت میں ادا کی ہے۔

ابن عباس؄ سے روایت ہے کہ میں ایک رات اپنی خالہ ام المومنین حضرت میمونہ؅ کے پاس رہا۔

نبی کریم ﷺ رات کو اٹھے اور (تہجد کی) نماز پڑھنے لگے۔ میں آپ ﷺ کی بائیں جانب کھڑا ہوا آپ ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑا اور اپنی دائیں جانب مجھ کو کھڑا کیا۔ (۴۴) اسی باب میں نبی کریم ﷺ کے پیچھے نفل نماز میں حضرت انس؄ کی شرکت بھی بیان کی گئی ہے۔

ایک اور روایت میں آتا ہے

عن ابن عباس قال صلیت الی جنب النبی صلی الله علیه وسلم وعائشة خلفنا تصلی معنا وانا الی جنب النبی ﷺ أصلی معه (۴۵)

ترجمہ: ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کے پہلو میں نماز پڑھی۔ ہمارے پیچھے ام المومنین حضرت عائشہؓ صدیقہ نے بھی نماز پڑھی۔

تربیت کے نقطہ نظر سے بچوں کو مسجد میں لانا بہت ضروری ہے تاکہ نماز اور جماعت کا اہتمام ان کے ذہنوں میں راسخ ہو جائے۔ نفسیاتی اعتبار سے بھی یہ ثابت ہے کہ بچے نقل کر کے سیکھتے ہیں۔ اس لیے ان کا مسجد میں موجود ہونا ہر اعتبار سے ضروری ہے۔ سیرت النبی ﷺ میں اس کی بھی مثالیں موجود ہیں۔ مثلاً حضرت ابوقتادہؓ اور حضرت شدادؓ کی مندرجہ ذیل روایات۔

عن ابی قتادہ ﷺ بینا نحن جلوس فم المسجد اذخرج علینا رسول اللہ ﷺ یحمل امامة بنت ابی العاص بن الربیع و امها زینب بنت رسول اللہ ﷺ وھی صبیة یحملها فصلی رسول اللہ ﷺ و ھی علی عاتقه یضعها اذا رکع و یعیدها اذا رکع و یعیدھا اذا قام حتی قضی صلوته یفعل ذالك (۴٦)

ترجمہ: حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے۔ رسول اللہ ﷺ باہر تشریف لائے۔ آپ حضرت امامہ بنت ابی العاص بن الربیع کو اٹھائے ہوئے تھے۔ آپ کی والدہ نبی کریم ﷺ کی صاحب زادی حضرت زینبؓ تھیں۔ اور حضرت امامہ بچی تھیں۔ آپ ان کو اٹھائے ہوئے تھے۔ حضور ﷺ نے نماز پڑھی اور وہ آپ ﷺ کے کاندھوں پر تھیں۔ جب آپ ﷺ رکوع فرماتے تو ان کو زمین پر بٹھا دیتے جب آپ ﷺ کھڑے ہوتے تو ان کو اٹھا کر کاندھے پر بٹھا لیتے۔ آپ ﷺ نماز ختم ہونے تک ایسا ہی کرتے۔

حضرت شدادؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ عشاء کی نماز پڑھنے کے لیے باہر تشریف لائے اور آپ حضرت حسنؓ یا حسینؓ میں سے کسی ایک صاحب زادے کو اپنے اوپر اٹھائے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نے انہیں زمین پر بٹھا دیا۔ پھر حضور ﷺ نے نماز کے لیے تکبیر فرمائی اور نماز پڑھانی شروع کی نماز کے درمیان میں نبی کریم ﷺ نے سجدہ میں دیر فرمائی۔ میں نے سر اٹھا کر دیکھا تو صاحب زادے آپ کی پیٹھ پر سوار ہیں اور نبی کریم ﷺ سجدہ ریز ہیں پھر میں سجدے میں چلا گیا۔ جب نبی کریم ﷺ نماز پڑھ چکے تو لوگوں نے عرض کیا! یا رسول اللہ ﷺ آپ نے نماز کے درمیان سجدے میں دیر فرمائی حتی کہ ہم نے خیال کیا کہ کوئی حادثہ ہوا یا آپ پر وحی نازل ہونے لگی

ہے۔آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ کوئی بات نہ تھی میرا بیٹا مجھ پر سوار ہوا تو مجھے برا معلوم ہوا کہ میں جلدی اٹھ کھڑا ہوں اور اس کی خواہش پوری نہ ہو۔(۴۷)

عیدین مسلمانوں کی شان وشوکت کا اظہار ہیں جس میں بچوں کی دلچسپی کا سامان بھی ہے۔بچوں نے نبی کریم ﷺ کے ہمراہ عیدین کی نمازیں ادا کی ہیں۔امام بخاری نے اپنی صحیح میں ایک باب باندھا ہے **خروج الصبیان الی المصلیٰ** اور اس میں حضرت ابن عباسؓ کی روایت لائے ہیں۔وہ فرماتے ہیں

خرجت مع النبی ﷺ یوم فطرٍ او اضحٰی فصلیٰ(۴۸)

ترجمہ: میں عیدالفطر یا عیدالضحیٰ کے دن نبی کریم ﷺ کے ساتھ نکلا آپ ﷺ نے عید کی نماز پڑھائی

بچے نماز جنازہ میں:

کسی کا فوت ہوجانا غم کا باعث بنتا ہے۔بچے طبعاً کھیل کود اور خوشی کے مواقع کو پسند کرتے ہیں۔لیکن نبی کریم ﷺ نے نمازِ جنازہ میں بھی بچوں کو شامل رکھا ہے تاکہ زندگی کا یہ پہلو بھی ان کی نظروں سے اوجھل نہ رہے۔

عن ابن عباس رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ ﷺ مر بقبرٍ دفن لیلاً فقال متیٰ دفن ھذا فقالوا البارحة قال افلا اٰذنتمونی قالوا دفناہ فی ظلمة اللیل فکرھنا ان نوقظك فقام فصففنا خلفه قال ابن عباس وانا فیھم فصلیٰ علیه(۴۹)

ترجمہ: نبی کریم ﷺ ایک قبر پر سے گزرے جس میں رات کو مردہ دفن ہوا تھا۔آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ یہ کب دفن ہوا؟ لوگوں نے کہ اگلی رات کو آپ ﷺ نے فرمایا تم نے مجھ کو خبر نہیں کی۔انہوں نے کہا ہم نے اس کو رات کے اندھیرے میں دفن کیا۔آپ ﷺ کو ایسے وقت میں جگانا برا سمجھا۔آپ ﷺ کھڑے ہوئے ہم نے آپ ﷺ کے پیچھے صف باندھی۔

ابن عباس نے فرمایا میں بھی صف میں تھا پھر آپ نے اس پر نماز پڑھی

زکوٰۃ مالی عبادت کو کہتے ہیں۔زکوٰۃ کے لفظی معنی پاکیزگی اور نمو کے ہیں۔گویا زکوٰۃ ادا کرنے سے مال پاک وصاف ہوجاتا ہے۔اور برکت سے بڑھتا بھی ہے۔شرعی اصطلاح میں زکوٰۃ سے مراد" مقررہ اموال کی وہ خاص مقدار ہے جس کی مقررہ مستحقین کو ادائیگی ان اموال پر ایک سال گزرنے کے

بعد" ہر صاحب نصاب مسلمان پر فرض ہے۔
قرآن کریم میں زکوٰۃ کی ادائیگی پر بہت زور دیا گیا ہے۔

اَقِیْمُوْا الصلاۃَ وِاٰتُوا الزکاۃ (۵۰)

ترجمہ: نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو۔

عبادات کی فرضیت کا انحصار بلوغت پر ہے چنانچہ زکوٰۃ کی فرضیت میں بھی نصاب کے علاوہ عاقل و بالغ ہونے کی شرط بھی ہے۔لہذا بچوں کے اموال پر زکوٰۃ ہے یا نہیں؟ یہ مسئلہ اگرچہ بحث طلب ہے لیکن فقہی بحث سے احتراز کرتے ہوئے دیکھا جائے تو بعض جلیل القدر صحابہ کرامؓ کے اقوال ملتے ہیں جن سے بچوں کے اموال سے زکوٰۃ کی ادائیگی کا ذکر ملتا ہے۔

عن مالکٍ انه بلغه ان عمر ابن الخطاب قال تجروا فی اموال الیتمی لا تاکلها الزکوٰۃ (۵۱)

امام مالک روایت کرتے ہیں کہ عمر بن الخطابؓ نے فرمایا تجارت کرو یتیموں کے مال میں تاکہ زکوٰۃ ان کو تمام نہ کرے۔

قاسم بن محمد سے روایت ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہؓ میری اور میرے بھائی کی پرورش کرتی تھیں ہم دونوں یتیم تھے تو آپ ہمارے مالوں میں سے زکوٰۃ نکالتی تھیں۔

فکانت تخرج من اموالنا الزکوٰۃ (۵۲)

فطرانہ کی ادائیگی رمضان المبارک میں ہوتی ہے تاکہ مساکین بھی عید کی خوشیوں میں شریک ہو سکیں۔ نبی کریم ﷺ نے بالغ افراد کے ساتھ ساتھ بچوں کا فطرانہ ادا کرنے کا بھی حکم دیا۔سید نا حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے رمضان المبارک کا فطرانہ ہر چھوٹے بڑے، آزاد غلام، مرد اور عورت پر ایک صاع کھجور یا جو فرض فرمایا (۵۳)

ہجرت کے دوسرے سال روزوں کی فرضیت کا حکم نازل ہوا۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَیْكُمُ الصِّیَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ (۵۴)

ترجمہ: اے ایمان والو، تم پر روزہ فرض کیا گیا، جیسے فرض کیا گیا تھا تم سے اگلوں پر، تاکہ تم پرہیزگار ہو جاؤ

اس لیے اسلامی سال کے نویں مہینے رمضان میں روزے رکھنا ہر عاقل، بالغ، تندرست، مقیم مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے۔چونکہ روزے میں مشقت زیادہ ہے اس لیے بچوں پر روزہ فرض نہیں

لیکن اس کے باوجود تمام عالم اسلام میں رمضان میں بچے بہت شوق سے روزے رکھتے ہیں۔عہدِ نبوی میں بچوں کے روزے رکھنے کے بارے میں زیادہ روایات دستیاب نہیں۔لیکن یہ ثابت ہوجاتا ہے کہ بچے روزے رکھتے تھے۔

حضرت عمرؓ نے ایک شرابی کو رمضان میں حد ماری اور فرمایا کم بخت ہمارے تو بچے بھی روزے سے ہیں (۵۵)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عاشورے کے دن صبح کو انصار کی بستیوں میں کہلا بھیجا کہ جس نے آج روزہ نہ رکھا ہو وہ بھی باقی دن کچھ نہ کھائے اور جس نے روزہ رکھا ہو وہ روزے سے رہے۔ربیع کہتے ہیں اس حکم کے بعد ہم عاشورے کے دن روزہ رکھتے اپنے بچوں کو بھی رکھاتے اور ان کے لیے اون کا ایک کھلونا بنا دیتے جب ان میں سے کوئی کھانے کے لیے رونے لگتا تو ہم اس کو یہ کھلونا دے دیتے یہاں تک کہ افطار کا وقت ہو جاتا (۵۶)

حج عربی لفظ ہے جس کے معنی کسی کی زیارت کا قصد و ارادہ کرنے کے ہیں۔جبکہ شرعی اصطلاح میں حج سے مراد "سال کے مقررہ ایام میں خانہ کعبہ کی زیارت کا ارادہ کرنا اور مکہ مکرمہ اور اس کے قریب واقع مقدس مقامات میں مخصوص مناسک حج کی ادائیگی" ہے۔حج ہر بالغ، عاقل، صاحب استطاعت مسلمان مرد و عورت پر زندگی میں ایک بار فرض ہے۔استطاعت سے مراد صحت، زادِ راہ اور پُر امن سفر کی سہولت ہے۔

قرآنِ مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلاً وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِيْنَ (۵۷)

ترجمہ: اور لوگوں پر اس گھر کا حج فرض ہے اس شخص کے ذمہ جس نے اس کی طرف استطاعت پائی اور جس نے انکار کیا تو اللہ تمام جہانوں سے بے نیاز ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے

من حج لله فلم یرفث ولم یفسق رجع کیوم ولدتہ امہ (۵۸)

جو کوئی اللہ کے لیے حج کرے اور شہوت اور گناہ کی باتیں نہ کرے تو وہ ایسا پاک ہو کر لوٹے گا جیسے اس دن پاک تھا جس دن اس کی ماں نے اسے جنا تھا۔

حج بھی بالغ مسلمانوں پر فرض ہے لیکن حج کے معاملے میں بھی بچے پیچھے نہ رہے اور نبی کریم

ﷺ کی قیادت وامامت میں حج ادا کیا۔ اور تمام بچوں کے لیے فخر کی روایت قائم کی۔

امام بخاری نے حضرت سائبؓ سے ایک روایت بیان کی ہے جس میں وہ فرماتے ہیں

حج بی مع رسول اللہ ﷺ و انا ابن سبع سنین (۵۹)

یعنی مجھ کو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حج کرایا گیا جب میری عمر سات برس کی تھی۔

عبید اللہ بن ابی زید قال سمعت ابن عباس رضی اللہ عنہ یقول بعثنی او قدمنی النبی ﷺ فی الثقل من جمع بلیل (۶۰)

عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے مجھ کو سامان کے ساتھ مزدلفہ سے رات کو منیٰ بھیج دیا۔

عن جابر بن عبداللہ قال رفعت امراء ۃ صبیاً لھا الی النبی ﷺ فی حجۃٍ فقالت یا رسول اللہ ﷺ الھذا حج قال نعم و لك اجر (۶۱)

ایک عورت نے اپنے بچے کو اٹھائے ہوئے دوران حج نبی کریم ﷺ کے پاس پہنچ گئی اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا اس بچہ کا بھی حج ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں اور ثواب تجھے ملے گا۔

وحید الزمان اس کی شرح میں لکھتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ نابالغ لڑکے کا حج صحیح ہے اور ثواب اسکی عبادات کا اس کے ولی کو ہے۔ اب اگر نابالغ احرام باندھے تو وہی شرائط اس کے لیے بھی ہونگی جو بالغ کے لیے ہیں (۶۲)

رمی جمرات بچوں کے لیے مشکل ہے اس لیے ان کی طرف سے کسی اور کو رمی کرنے کی اجازت ہے۔

عن جابر قال حججنا مع رسول اللہ ﷺ و معنا النساء و الصبیان فلبینا عن الصبیان و رمینا عنھم (۶۳)

جابرؓ سے روایت ہے کہ ہم نے نبی کریم ﷺ کے ہمراہ حج کیا اور ہمارے ساتھ عورتیں اور بچے بھی تھے تو ہم نے بچوں کی طرف سے لبیک پکاری اور ان کی طرف سے رمی کی۔

بچوں کی تعلیم سیرت طیبہ ﷺ کی روشنی میں:

ظہورِ اسلام کے بعد دنیا میں جو علم کی روشنی پھیلی وہ بے مثل ہے۔ اسلام کی برکت سے دنیا

جہالت کے اندھیروں سے علم کے نور کی طرف نکل آئی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تقریباً چھ سو سال کے بعد جو پہلی وحی نازل ہوئی اس کا پہلا لفظ ''اقراء'' تھا۔

قرآن پاک میں آتا ہے۔

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ﴿۱﴾ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ﴿۲﴾ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ﴿۳﴾ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ﴿۴﴾ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ ﴿۵﴾ (۶۴)

ترجمہ: پڑھیے اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا انسان کو خون کے لوتھڑے سے پڑھیے آپ کا پروردگار بڑا کریم ہے وہی ہے جس نے قلم کے ذریعے علم سکھایا انسان کو وہ علم دیا جسے وہ جانتا نہ تھا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرائض نبوت میں تعلیم دینے کو خصوصی اہمیت حاصل ہے

هو الذی بعث فی الامیین رسولاً منهم یتلو علیهم آیاته و یزکیهم ویعلمهم الکتاب والحکمة وان کانوا من قبل لفی ضلال مبین (۶۵)

ترجمہ: وہی ہے جس نے ناخواندہ لوگوں میں انہیں میں سے ایک پیغمبر بھیجا جو ان کو اللہ کی آیات پڑھ پڑھ کر سناتے ہیں اور ان کو پاک کرتے ہیں اور ان کو کتاب اور حکمت سکھاتے ہیں اور یہ لوگ پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم علم پھیلانے کی مجلسوں کو بہت پسند کرتے تھے۔

عن عبدالله بن عمرو ان رسول الله ﷺ مر بمجلسین فی مسجده فقال: کلاهما علی خیر، وأحدهما أفضل من صاحبه. أما هؤلاء (عباد) فیدعون الله ویرغبون الیه فان شاء اعطاهم وان شاء منعهم. وأما هؤلاء (علماء) فیتعلمون الفقه ویعلمون الجاهل فهم أفضل. وانما بعثت معلماً ثم جلس فیهم (۶۶)

ترجمہ: ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو مجلسوں میں سے گزرے جو مسجد میں منعقد ہوئی تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دونوں مجلسیں بھلائی پر ہیں، لیکن ان میں